آسمانِ رسالت پرچمکنے والے نجوم ہوا آپ کازریں سلسلہ - ۵

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللّٰهِ الإِسْلَام

الدین کا خصوصی شمارہ

بہ عنوان

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن

بیادگار

محسنِ قوم وملت حضرت اقدس مولانا احمد حسن بھام سملکیؒ

(بانی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک)

زیرِ سرپرستی

حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

(شیخ الحدیث جامعہ ھذا)

حسبِ ایماء

حضرت اقدس مولانا احمد بزرگ صاحب سملکی مدظلہ

(مہتمم جامعہ ھذا)

مجلسِ مشاورت

- حضرت مولانا احمد بزرگ سملکی (مہتمم جامعہ ہذا)
- حضرت مفتی ابوبکر صاحب پٹنی (استاذ جامعہ ہذا)
- حضرت مفتی معاذ صاحب بمبوی (استاذ جامعہ ہذا)

مجلسِ ادارت

- عبدالرحیم کشمیری
- ثناء اللہ ایم پی
- طاہر ٹنکاروی

ناشر

شعبۂ تقریر و تحریر

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک، گجرات

تفصیلات

کتاب کا نام : ازواج مطہرات
کاوش : طلبۂ جامعۂ ڈابھیل
زیرِ سرپرستی : حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم
حسبِ ایماء : حضرت اقدس مولانا احمد بزرگ صاحب سملکی مدظلہ العالی
صفحات : ۴۸۰
سنِ اشاعت : رجب المرجب ۱۴۳۹ھ/ اپریل ۲۰۱۸ء
ناشر : شعبۂ تقریر وتحریر، جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل

۱۱

اُمّ المومنین حضرت میمونہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا

سوانحی خاکہ

نام : میمونہ (برّہ)۔

والد کا نام : حارث بن حزن۔ والدہ کا نام: ہند بنت عوف۔

قبیلہ : بنو ہلال بن عامر۔

ولادت : بقول ابن سعد: نبوت سے چھ یا سات سال قبل۔

قبولِ اسلام : دو قول: (۱) قدیم الاسلام ہیں۔ (۲) ۷ھ عمرۃ القضا کے موقع پر مشرف بہ اسلام ہوئیں۔

پہلا نکاح : مسعود بن عمرو ثقفی سے۔ دوسرا نکاح: ابورُہم بن عبدالعزیٰ سے۔

تیسرا نکاح : ۷ھ میں عمرۃ القضا کے موقع پر ۳۶ سال کی عمر میں سید الکونین ﷺ سے نکاح ہوا۔

مقدارِ مہر : چار سو یا پانچ سو درہم۔

مدتِ رفاقت : تقریباً سوا تین سال۔

اولاد : کتبِ سیر خاموش ہیں، اغلب یہ ہے کہ کسی شوہر سے کوئی اولاد نہ تھی۔

حج : ۱۰ھ سرکارِ دوعالم ﷺ کے ساتھ حج کی سعادت نصیب ہوئی۔

مرویات : ۷۶ احادیث۔

وفات : ۵۱ھ۔

نمازِ جنازہ : حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔

مدفن : مکہ سے دس میل دور مقام ''سرف'' میں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا

فہیم بشیر بیلگامی

چند مقدس ہستیاں جنہیں رسالت مآب ﷺ سے قریب بلکہ قریب تر رہ کر فیضیاب ہونے کا شرف حاصل ہوا، اور جنہوں نے آپ ﷺ کی ایک ایک ادا اور ہر ہر جنبشِ زبان کو پوری امانت ودیانت کے ساتھ امتِ مسلمہ تک پہنچایا، اور اس مقدس خدمت کی انجام دہی کے لیے جنہوں نے اپنی زندگی رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں گذار دینا اپنے لیے دین ودنیا کی سعادت ونیک بختی کا ذریعہ سمجھا، ان پاکباز ہستیوں میں ''امہات المؤمنین'' کا نام سرِ فہرست لیا جاتا ہے، عظمت کی نگاہوں سے دیکھا اور تقدس کے ہونٹوں سے چوما جاتا ہے۔ ان ہی قابلِ تقدس اور لائقِ تحسین ماؤں میں سے ایک ماں اور آپ ﷺ کی سب سے آخری زوجۂ محترمہ حضرت میمونہ بنتِ حارثؓ ہیں۔ ان اوراق کے لیے میں نے ان ہی کی سیرتِ مبارکہ کا انتخاب کیا ہے۔

نام ونسب

سیدہ کا اصل نام ''بَرّہ'' تھا۔ والد کا نام ''حارث'' اور والدہ کا نام ''ہند'' تھا۔ آپ کا تعلق قبیلۂ قیس بن عیلان سے تھا، اور والدہ قبیلۂ حِمیر سے تعلق رکھتی تھیں، اصحابِ سیر آپ کا سلسلۂ نسب یوں بیان کرتے ہیں:

والد کی طرف سے سلسلۂ نسب: میمونہ بنتِ حارث بن حَزن بن بُحیر بن ہُزم بن رویبہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور

بن عکرمہ بن حصیفہ بن قیس بن عیلان بن مُضر۔

والدہ کی طرف سے سلسلۂ نسب: میمونہ بنتِ ہند بنتِ عوف بن زہیر بن حارث بن حماطہ بن حمیر الحمریہ۔ (ازواجِ مطہرات وصحابیات انسائیکلوپیڈیا)

حضرت میمونہؓ کی حقیقی بہنیں

آپؓ کی چار حقیقی بہنیں تھیں جو وقت کے معزز اور باا ثر خاندانوں سے منسلک تھیں:

(۱) ایک بہن "لبابۃ الکبریٰ" ہیں جو اپنی کنیت "ام الفضل" سے مشہور ہوئیں، یہ حضور ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کے نکاح میں تھیں، ان ہی کی گود کو مشہور مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا گہوارہ بننے کا شرف حاصل ہے۔ حضرت عباس قبیلۂ ہاشم کے معزز آدمی اور حضور ﷺ کے محترم چچا تھے۔

(۲) "لبابۃ الصغریٰ"، یہ عرب کے معزز خاندان قبیلۂ بنی مخزوم کے چشم و چراغ "ولید" کے نکاح میں تھیں، ان کی گود میں بھی وقت کے جرنیلِ اعظم؛ بلکہ مجاہدِ اعظم نے آنکھ کھولی جس کو دنیا "خالد بن ولید" کے نام سے جانتی ہے اور رہتی دنیا تک زبانِ رسالت سے نکلا ہوا لقب "سیف من سیوف اللہ" ان کے ساتھ جڑ گیا۔

(۳) تیسری بہن عصماء بنتِ حارث ہیں جو قریش کے مشہور سردار "ابی بن خلف" کے عقد میں تھیں، یہ وہی مشہور دشمنِ اسلام ہے جو غزوۂ احد میں حضور ﷺ کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔

(۴) چوتھی بہن "حفیدہ"، یہ عبداللہ بن مالک ہلالی کے نکاح میں تھیں۔ بعض مؤرخین نے چوتھی بہن کا نام "ہزیلہ" ذکر کیا ہے۔ (امہات المؤمنین ۲۵۱)

اخیافی بہنیں

حقیقی بہنوں کے علاوہ آپؓ کی چار اخیافی بہنیں بھی تھیں، حقیقی بہنوں کی طرح یہ

بھی اپنے زمانے کی مایۂ ناز شخصیات کے نکاح میں تھیں:

(۱) اسماء بنت عُمیس: ان کا پہلا نکاح حضور ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب سے ہوا، جن سے عبداللہ، محمد اور عون پیدا ہوئے۔ جنگِ موتہ میں حضرت جعفرؓ کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان سے نکاح کیا، جن سے محمد بن ابی بکر صدیقؓ پیدا ہوئے۔

(۲) سلمٰی بنتِ عُمیس: ان کا پہلا نکاح حضور ﷺ کے محبوب چچا اور رضاعی بھائی حضرت حمزہؓ سے ہوا۔ پھر ان کی شہادت کے بعد حضرت شداد بن اسامہ الہاد نے ان سے نکاح کیا جن سے عبداللہ اور عبدالرحمٰن پیدا ہوئے۔

(۳) سَلَامہ بنتِ عُمیس: ان کی شادی عبداللہ بن کعب سے ہوئی۔

(۴) زینب بنت خزیمہ: ان کی پہلی شادی طفیل بن حارث بن مطلب سے ہوئی تھی، ان سے طلاق ہونے کے بعد حضرت عبیدہ بن حارث بن مطلب نے انہیں اپنی زوجیت میں لیا؛ لیکن جب یہ جنگ بدر میں نہایت بے جگری سے لڑے تو ان کی زندگی بھی جواب دے گئی۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی زوجیت میں آئیں جو آپ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے، انہوں نے بھی جنگِ احد میں اپنی بہادری کے ایسے جوہر دکھائے کہ جان جاں آفریں کے سپرد کرکے ہی دم لیا۔ ان کی شہادت کے بعد سید المرسلین ﷺ کی زوجیت کا شرف عنایت ہوا۔ (ازواجِ مطہرات: ۲/ ۲۰۸-۲۱۱)

ہم نے سیدہ میمونہؓ کی بہنوں کا اجمالی تعارف اس لیے کروایا ہے؛ تاکہ اس امر کا قدرے اندازہ ہوجائے کہ آپؓ کے قریش کے مختلف خاندانوں سے کتنے گہرے اور پائیدار روابط تھے: کیوں کہ اُس دور میں کسی شخصیت کی اہمیت کا دار و مدار تعلقات کی وسعت پر تھا، یہی وجہ ہے کہ ابونُعَیْم، سیدہ میمونہؓ کی والدہ ہند بنتِ عوف کے بارے میں

کہتے ہیں کہ: وہ اپنے دامادوں کے لحاظ سے روئے زمین پر بزرگ اور خوش قسمت خاتون تھیں۔ (ازواجِ مطہرات وصحابیات انسائیکلوپیڈیا: ۲۲۶)

ولادت

حضرت میمونہؓ کی ولادت کب ہوئی؟ اس کے متعلق کتب تاریخ وسیر میں کچھ مذکور نہیں ہے؛ البتہ ابن سعد کی ''الطبقات الکبیر'' میں سنِ وفات ۶۱ھ اور بہ وقتِ وفات عمر اسی یا اکیاسی برس تحریر ہے۔ اس حساب سے سنِ ولادت چھ یا سات قبل نبوت بنتا ہے؛ مگر راجح قول یہ ہے کہ ۵۱ھ میں انتقال ہوا، جیسا کہ وفات کے بیان میں آئے گا۔

حضرت میمونہؓ کا قبولِ اسلام

ڈاکٹر محمد حسین ہیکل مصری نے اپنی کتاب ''سیرۃ الرسول'' میں ذکر کیا ہے کہ: حضرت میمونہؓ عمرۃ القضا کے موقع پر اہلِ اسلام کی عظیم شان وشوکت اور ان کے اخلاق وکردار کی پاکیزگی کو دیکھ کر حلقہ بہ گوشِ اسلام ہوئیں۔ (ازواجِ مطہرات: ۲/۲۱۱)

البتہ ایک دوسرا نقطۂ نظر جو راجح معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اپنی بہن ''ام الفضل'' (لبابۃ الکبریٰ) کے ساتھ ہی یا ذرا بعد میں مسلمان ہوگئی ہوں گی اور یہ طے ہے کہ حضرت اُمّ الفضل قدیم الاسلام ہیں۔ حضرت میمونہؓ کے قدیم الاسلام ہونے کا ایک قیاسی قرینہ یہ بھی ہے کہ حضور انور ﷺ نے جتنی مکّی عورتوں سے نکاح کیا ہے وہ سب کی سب قدیم الاسلام ہیں۔ اور حضور ﷺ کے ارشاد: "الأخوات مؤمنات: میمونۃ وأم الفضل وأسماء" سے بھی ان کے قدیم الاسلام ہونے کی تائید ہوتی ہے، واللہ اعلم۔

(امہات المؤمنین: ۶۵۲-۶۵۳)

پہلا اور دوسرا نکاح

سیدہ کے ابتدائی حالات کے سلسلے میں تقریباً اکثر مؤرخین خاموش نظر آتے ہیں؛

البتہ ابنِ ہشام اور ابنِ سعد یہ رقم فرماتے ہیں کہ: سیدہ کا پہلا نکاح زمانہ جاہلیت میں مسعود بن عمرو ثقفی سے ہوا تھا، جنہوں نے بعد میں کسی وجہ سے آپ کو طلاق دے دی تھی، اس نکاح سے آپ کو کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اس کے بعد قبیلۂ بنی عامر بن لُؤی کے ایک شخص ابورُہم بن عبدالعزّٰی سے آپ کا نکاح ہوا۔

حضرت میمونہؓ کا سید المرسلین ﷺ سے نکاح

ہجرت کا ساتواں سال تھا جب حضرت نبی کریم ﷺ نے عمرۃ القضا فرمایا۔ اسی سال کے آغاز میں حضرت میمونہؓ کے دوسرے شوہر ابورُہم بن عبدالعزّٰی کا انتقال ہو چکا تھا، اور وہ اپنی حقیقی بہن حضرت عباسؓ کی اہلیہ حضرت اُمّ الفضلؓ (لبابۃ الکبریٰ) کے یہاں قیام پذیر تھیں۔ اسی اثنا میں حضور ﷺ عمرۃ القضا کے لیے مکّہ تشریف لائے، موقع غنیمت جان کر حضرت عباسؓ نے آپ ﷺ کو حضرت میمونہؓ کے قبولِ اسلام کی خبر دی اور ساتھ ہی اس بات کی ترغیب بھی کہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی زوجیت میں لے لیں۔ حضور ﷺ کو بھی یہ تجویز مناسب معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے یہ پیغام قبول کرلیا۔ حضرت عباسؓ نے تعمیلِ ارشاد میں فوراً نکاح کی تیاری شروع کردی اور حضرت میمونہؓ کی طرف سے وکیل بن کر نکاح کروادیا۔ مہر چارسو یا پانچ سو درہم طے پایا۔ اسی موقع پر حضور ﷺ نے آپؓ کا پرانا نام ''بَرّہ'' تبدیل کر کے ''میمونہ'' رکھ دیا۔ زبانِ رسالت سے نکلا ہوا یہی نام بعد میں آپ کی زندگی کا جزوِ لاینفک بن گیا۔ (ازواجِ مطہرات: ۳۱۰/۲)

نکاح کے وقت حضرت میمونہؓ کی عمر

عام مؤرخین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر کے متعلق کچھ بیان نہیں کرتے ہیں؛ البتہ طبقاتِ ابنِ سعد کی ایک روایت میں بتایا گیا ہے کہ سیدہؓ کا انتقال ۶۱ھ میں

ہوا ہے جب کہ ان کی عمر اکیاسی سال تھی۔ اگر اس روایت کو درست مان لیا جائے تو سیدہ موصوفہ کی عمر اس شادی کے وقت تقریباً ستائیس سال بنتی ہے۔ مگر کچھ مؤرخین ان کی عمر کافی زیادہ بیان کرتے ہیں، مثلاً: مشہور مؤرخ ''ایز فنچ'' نے اپنی کتاب ''حیاتِ محمد ﷺ'' میں اس شادی کے وقت سیدہؓ کی عمر اکیاون سال درج کی ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

نوٹ: بعض حضرات نے ابن سعد کی ایک روایت کے پیشِ نظر محرم کے مہینے میں حضور ﷺ کے مدینہ رہتے ہوئے نکاح ہونے کا ذکر کیا ہے؛ مگر یہ اکثر ثقہ مؤرخین کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔

نکاح

نیز'' یہ نکاح بہ حالتِ احرام ہوا تھا یا احرام کھول دینے کے بعد'' اس بابت مؤرخین کے مابین شروع ہی سے اختلاف چلا آ رہا ہے، چناں چہ حضرت مولانا انوار احمد صاحب اعظمی مدظلہ نے اپنی کتاب ''امہات المؤمنین'' میں ص: ۶۵۴ پر تین احادیث نقل کی ہیں، ایک بخاری شریف کی ہے اور دو الطبقات الکبیر کی ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

(۱) عن ابن عباسؓ قال: تزوج النبي ﷺ ميمونة وهو محرم وبنى بها وهو حَلَال وماتت بسرفة، وفي رواية أخر تزوج النبي ميمونة في عمرة القضاء.
(بخاری: ۲/ ۶۱۱، ح: ۴۰۹۶)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ: اللہ کے نبی ﷺ نے حضرت میمونہؓ سے نکاح فرمایا حالیکہ آپ احرام کی حالت میں تھے، اور رسمِ عروسی ادا فرمائی حالانکہ آپ ﷺ احرام کھول چکے تھے اور حضرت میمونہؓ نے مقامِ ''سرف'' میں وفات پائی۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے حضرت میمونہؓ سے عمرۃ القضا کے موقع پر نکاح فرمایا۔

(۲) عن ابن عباسؓ أن رسول اللہ ﷺ تزوج بنت الحارث بسرف وھو محرم، ثم دخل بھا بسرف بعد ما رجع. (الطبقات الکبیر: ۱۰/ ۱۳۱)

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: اللہ کے رسول ﷺ نے حارث کی بیٹی (میمونہ) سے مقامِ سرف میں نکاح فرمایا حالیکہ آپ احرام کی حالت میں تھے، پھر آپ نے مکّہ لوٹنے کے بعد مقامِ سرف ہی میں ان سے رسمِ عروسی ادا فرمائی۔

(۳) وتزوجھا رسول اللہ ﷺ بسرف علی عشرۃ أمیال من مکۃ. (بحوالہ سابق)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت میمونہؓ سے مکّہ سے دس میل دور مقام ''سرف'' میں نکاح فرمایا۔

ابنِ ہشام، ابنِ اسحاق اور ابنِ سعد وغیرہ مؤرخین کے طرزِ بیان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کا نکاح حضرت میمونہؓ سے مقامِ سرف میں بہ حالتِ احرام ہوا، جب کہ آپ ﷺ ابھی مکۂ مکرمہ جارہے تھے، اور واپسی میں مقامِ سرف ہی میں ان کے ساتھ بنا فرمائی جب کہ آپ ﷺ حلال ہو چکے تھے۔ (امہات المؤمنین: ۲۵۴)

رسمِ عروسی

عجیب اتفاق ہے کہ عمرے سے فراغت پر جب رخصتی کا موقع آیا تو اس وقت حضور ﷺ مقام ''سرف'' میں مقیم تھے، حضور ﷺ کے غلام ابورافع حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ساتھ لے کر اسی جگہ آ گئے اور یہیں رسمِ عروسی ادا ہوئی، اور جب سیدہ کی وفات کا وقت آیا تو اسی مقام ''سرف'' کو مدفن بننے کا شرف حاصل ہوا۔ اس بات کو بیان کرنے کے بعد صاحبِ ''مرقاۃ المفاتیح'' رقم طراز ہیں کہ: "وھذا من عجائب التواریخ" کہ یہ بھی تاریخ کی عجیب کرشمہ سازی ہے۔

مکّہ میں ولیمہ کرنے سے روکنا

عمرۃ القضا کے موقع پر حضور ﷺ معاہدے کے مطابق مکّہ میں صرف تین دن

ٹھہرنے کے مجاز تھے، پہلا دن آتے ہی مناسک کی ادائیگی (طواف وسعی اس کے بعد جانور ذبح کر کے حلق کرواتا) میں گذرا۔ پھر اسی دن یا اس سے اگلے دن علی الصباح حضرت عباسؓ نے حضرت میمونہؓ سے نکاح کرنے کے سلسلے میں بات چیت کی، آپ نے اپنے چچا کی تجویز قبول کرتے ہوئے اپنے قیام کے آخری دن یہ نکاح کیا۔

آپ ﷺ اس نکاح کے بعد رسمِ عروسی اور ولیمہ کی تقریب مکّہ میں ہی کرنا چاہتے تھے؛ لیکن قریش کے کچھ آدمی بشمول سردار حُویطب بن عبد العزّیٰ کے (جو اس وقت ایمان نہیں لائے تھے) آپ کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے کہ: آپ کی مدتِ قیام ختم ہو چکی ہے؛ لہٰذا اب آپ مکّہ چھوڑ دیں۔ آپ ﷺ نے کہا بھی کہ مجھے کچھ وقت اور دو تو میں ولیمہ مکّہ ہی میں کرلوں اور تمہیں بھی ولیمے کے کھانے میں شریک کروں؛ لیکن سردارانِ قریش نے مہلت دینے سے انکار کر دیا، لہٰذا آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ چوتھے دن وعدے کے مطابق شرافت کے ساتھ مکّہ سے رخصت ہوگئے، اور دس میل دور مقام ''سرف'' پر رسمِ عروسی ادا ہوئی اور وہیں آپ ﷺ نے ولیمہ فرمایا۔ (ازواجِ مطہرات ۲/۲۲۱، جعفر سیر)

اس شادی کے تاریخ ساز اثرات

عمرۃ القضا کے موقع پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے تربیت یافتہ ساتھیوں کی روحانی، اخلاقی اور معاشرتی لحاظ سے پاکیزہ، متوازن اور روشن زندگی نے اہلِ مکّہ کو یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا تھا کہ واقعی اسلام ہی وہ نظریہ، عقیدہ اور نظامِ زندگی ہے جو انسان گری اور کردار سازی کا کام بہ احسن طریق انجام دے سکتا ہے، ان کی اس سوچ نے اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کی حقانیت اور عظمت کا سکّہ ان کے ذہنوں اور دلوں پر جما دیا؛ لیکن اس موقع پر سیدہ میمونہؓ کے ساتھ حضور ﷺ کی شادی نے انہیں ایک عجیب معاشرتی اور نفسیاتی الجھن میں مبتلا کر دیا، انہیں یہ بات بے حد مضطرب کیے جا رہی تھی

کہ وہ شخص جوان کے نزدیک روئے زمین پر سب سے زیادہ مقہور و مغضوب تھا، جس سے عداوت اور دشمنی نے انہیں اس کی جان کا دشمن اور اس کے خون کا پیاسا بنا دیا تھا اور جو نہایت بے بسی اور بے کسی کے عالم میں چھ سال پہلے یہاں سے بہ مشکل اپنی جان بچا کر نکلنے میں کامیاب ہوا تھا اور اپنے بال بچوں کو ساتھ لے جانے کے بجائے دشمنوں کے نرغے میں چھوڑ جانے پر مجبور ہوا تھا، وہی شخص آج ان کے شہر کی ایک ایسی خاتون کو بیاہ کر ساتھ لے جا رہا ہے، جس کے قریش کے اکثر معزز خاندانوں سے قریبی رشتے اور تعلقات تھے۔

اہلِ مکہ کو حالات کا یہ انقلاب کرب و الم کے دیکھتے ہوئے انگاروں پر تڑپائے جا رہا تھا کہ جس ہستی کو وہ اللہ کے گھر میں خدائے واحد کی عبادت بجالانے کی اجازت دینے کے لیے تیار نہ تھے آج وہی ہستی اپنے ہزاروں پیروکاروں کے ساتھ اسی مقدس گھر میں عجیب شان کے ساتھ اپنے معبودِ حقیقی کی بارگاہ میں سجدۂ نیاز ادا کر رہی ہے۔ انہیں یہ منظر آتش زیر پا کیے جا رہا تھا کہ جس ذات کو انہوں نے ظلم و ستم اور جور و تعدی کے بل بوتے پر اس شہر سے دیس نکالا دیا تھا وہی ذات اپنے رفقائے کار کے ہمراہ پوری آزادی سے اس مقدس شہر میں گھوم پھر رہی تھی جب کہ وہ خود اپنے گھروں سے اور اپنے شہر سے باہر ٹیلوں اور پہاڑیوں پر خیمہ زن تھے۔ ایک گروہ وہ تھا جو اس انقلاب حال کے اسباب و عوامل پر غور و فکر کرنے کے بجائے جذبات کی رو میں بہہ کر ہیجانی کیفیت میں مبتلا ہو گیا تھا اور اپنی زبان اور اپنے طرزِ عمل سے اس کا برملا اظہار کر رہا تھا۔

چناں چہ حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ: اس شادی کے بعد مکے کے چند سر پھروں نے ہمارے سامنے ہمارے آقا و مولا محمد مصطفیٰ ﷺ اور اُمّ المؤمنین سیدہ میمونہؓ کے بارے میں نازیبا الفاظ کہے اور زبان درازیاں کیں، جس پر ہمیں سخت قلبی اذیت پہنچی، میں نے ان سے کہا: تم کیا چاہتے ہو؟

واللہ! ابھی گھوڑے اور ہتھیار ''وادیٔ یا بُخ'' میں موجود ہیں،'' کیا تم بدعہدی اور معاہدہ شکنی پر اتر آئے ہو؟'' میری یہ بات سن کر وہ منتشر ہوگئے۔

نیز یہ واقعہ بھی اسی کا پتہ دیتا ہے کہ حالات کی کشمکش اور مشرکینِ مکّہ کے ہیجانی جذبات کو ختم کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے یہ تدبیر کی تھی کہ انہیں مکّہ میں ولیمہ کر کے کھانے کی دعوت پر مدعو کیا جائے؛ لیکن ان کم بختوں نے اس کو بھی اپنی ذلت سمجھ کر بڑی بے دردی سے ٹھکرا دیا (جس کی تفصیل ماقبل میں آ چکی)۔

دوسری طرف اس شادی کا یہ اثر ہوا کہ جو صاحبِ عقل و دانش تھے اور جن کے اندر حالات کا جائزہ لینے کی صلاحیت تھی، ایسے لوگ عمرۃ القضا کے موقع پر مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کے مناظر دیکھ کر اپنے آبائی مذہب کے کھوکھلے پن کے معترف ہو چکے تھے، انہیں یقین ہو چلا تھا کہ توحید کی دعوت کا راستہ روکنے کی ان کی جملہ تدابیر اور ان کی تمام جان توڑ جدوجہد بیکار اور بے اثر ثابت ہو چکی ہے، یہ خیالات اور یہ احساسات ہر صاحبِ ہوش شخص کے ذہن میں تلاطم خیز موجوں کی طرح ابھر رہے تھے؛ مگر ان کے اظہار کی جرأت نہ پا کر سکوت اختیار کیے ہوئے تھا۔

لیکن جس شخص نے سب سے پہلے ہمت و جرأت سے کام لے کر اپنے جذبات کو زبان دی وہ اُمّ المؤمنین حضرت میمونہؓ کے حقیقی بھانجے خالد بن ولید تھے، انہوں نے اپنے دوستوں سے بہ بانگِ دہل کہا: ''ہر صاحبِ عقل و ہوش پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ محمد (ﷺ) نہ ساحر ہیں نہ شاعر، ان کی باتیں خدا کی باتیں ہیں''۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے جب یہ بات سنی تو دہشت زدہ ہوگیا، اور اس کی حضرت خالدؓ سے کچھ اس قسم کی بات چیت ہوئی:

عکرمہ: (خالد سے) ''تو صابی ہوگیا ہے''۔

خالد: ''میں صابی نہیں؛ بلکہ خدا کے دین کو قبول کر کے مسلمان ہوگیا ہوں''۔

عکرمہ: ''قریش میں سے جس شخص کی زبان سے ایسے الفاظ کی توقع نہ تھی وہ تو تھا''۔

خالد: ''اس کی وجہ''؟۔

عکرمہ: ''محمد (ﷺ) نے تیرے باپ کو زخمی بھی کیا اور ذلیل وخوار بھی اور جنگِ بدر میں مسلمانوں نے تیرے چچا اور اس کے بیٹے کو تہ تیغ کیا، خدا کی قسم! تیری جگہ اگر میں ہوتا تو کبھی محمد (ﷺ) کے دین کو قبول نہ کرتا''۔

خالد: ''یہ باتیں ایامِ جاہلیت کی عصبیت اور حمیت پر مبنی ہیں۔ خدا کی قسم! اب میری آنکھوں سے غفلت کا پردہ ہٹ چکا ہے اور مجھ پر حقیقت ظاہر ہو چکی ہے، اس لیے میں نے دل وجان سے اسلام قبول کر لیا ہے''۔

حضرت خالد کے اسلام لانے کی خبر ابوسفیان کو ملی تو انہوں نے بھی حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر بات چیت کی۔ ابوسفیان نے کہا: ''تمہارے متعلق جو افواہیں گرم ہیں، کیا ان میں کچھ صداقت ہے؟

خالد: ''ہاں! جو کچھ تم نے سنا ہے وہ درست ہے''۔

ابوسفیان: (برہم ہو کر) ''لات وعزیٰ کی قسم! جو کچھ تم کہہ رہے ہو اگر اس کی سچائی کا مجھے پورا یقین ہو گیا تو محمد (ﷺ) کے ساتھ دو دو ہاتھ کرنے سے پہلے میں تم سے لڑوں گا''۔

خالد: ''یہ سچ ہے کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے، جسے یہ بات پسند نہیں وہ بے شک خفا ہو جائے۔

اس پر ابوسفیان حضرت خالدؓ پر حملہ کرنے کے لیے بڑھا، مگر ابوجہل کا بیٹا عکرمہ جو اس وقت وہاں موجود تھا بیچ میں حائل ہو گیا اور بولا: ''ابوسفیان ٹھہرو، مجھے بھی وہی خدشہ ہے جو تمہیں ہے، ورنہ میں بھی وہی بات کہتا جو خالد نے کہی ہے اور اسلام قبول کر لیتا، تم خالد کو اس کے عقیدے اور دین کی بنا پر قتل کرنا چاہتے ہو؟ لیکن شاید تمہیں یہ معلوم نہیں

کہ قریش کا زاویۂ نظر بدل چکا ہے، وہ بھی اسی قسم کے خیالات دل میں لیے بیٹھے ہیں، بہ خدا! مجھے خطرہ ہے کہ ایک سال بھی گذرنے نہ پائے گا کہ تم اہلِ مکّہ اسی عقیدے اور اسی نظام کے پیروکار بن جاؤ گے"۔

یہ وہ خالد بن ولید ہیں جو اسلام کے سخت دشمن تھے اور حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تکلیف پہنچانے میں پیش پیش رہتے تھے، انہوں نے آپ ﷺ کو اپنے اسلام لانے کی اطلاع دی اور ساتھ ہی کچھ گھوڑے بھی اپنی وفاداری کے اظہار کی خاطر روانہ کیے۔

اسی طرح کا واقعہ عمرو بن عاص کے ساتھ بھی پیش آیا جو قریش کے معزز خاندان بنی سَہم کے چشم و چراغ اور بلند پایہ فوجی جرنیل اور بالغ نظر مدبّر اور سیاست دان تھے، قصرِ اسلام کو ڈھانے اور اس کی بیخ کنی میں پیش پیش رہتے تھے، مختصراً یہ کہ اسلام کے خلاف سازش کرنے کے لیے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس گئے ہوئے تھے اور نجاشی کو اسلام کے خلاف ورغلا رہے تھے؛ لیکن نجاشی کے منہ سے ایسی باتیں سنیں کہ اسلام میں داخل ہونے کے لیے بے تاب ہو گئے اور آخر مسلمان ہو کر ہی دم لیا۔

ان جلیل القدر ہستیوں کے اسلامی کیمپ میں آجانے سے اس کی فوجی اور عسکری قوت و حشمت میں بے کراں اضافہ ہو گیا، اور دوسری طرف کفر و شرک کے مرکز میں کھلبلی مچ گئی، نامرادی اور مایوسی کے شدید احساس کی وجہ سے صفِ ماتم بچھ گئی: کیوں کہ اب ان کے یہاں کوئی ایسا نامور اور تجربہ کار فوجی جرنیل باقی نہیں رہا جس کی فنی مہارت اور غیر معمولی صلاحیت پر اعتماد کر کے میدانِ کارزار میں قدم رکھا جائے۔

بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ مکّہ روحانی، اخلاقی، معاشرتی اور نفسیاتی لحاظ سے ۷ھ عمرۃ القضا کے موقع پر ہی فتح ہو گیا تھا جب سیدہ میمونہؓ کی شادی بیت العتیق کے رب کے آخری رسول کے ساتھ ہوئی تھی، اور سیاسی اور فوجی نقطۂ نظر سے اس فتح کی

تکمیل رمضان ۸ھ میں ہوئی اور عکرمہ بن ابی جہل کا وہ خیال پورا ہوگیا کہ ایک سال کے عرصے میں مکے کے تمام لوگ محمد ﷺ کے دین کو قبول کرلیں گے۔

(ازواجِ مطہرات: ۲/۲۱۹-۲۲۷)

نجد کے علاقہ میں اس شادی کے اثرات

یہ شادی جہاں مکے میں ایک انقلاب بپا کرنے کا موجب بنی، وہاں اس کے مثبت اثرات نجد کے علاقے میں بھی ظاہر ہوئے، نجد کے لوگ شروع سے مدینہ کی نوزائیدہ اسلامی ریاست کے مخالف تھے، عرب میں جب اسلام کے خلاف کوئی محاذ قائم ہوتا تو اہلِ نجد اس میں پیش پیش ہوتے، انہوں نے مدینہ منورہ سے ستر مبلغین کو اسلام کی تعلیم وتبلیغ کے لیے اپنے یہاں بلایا اور دھوکے سے ان سب کو شہید کردیا۔

مگر اس شادی سے اہلِ نجد کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رشتہ داری قائم ہوگئی، جس کے بعد ان کے لیے مخالفت اور عداوت کی روش پر قائم رہنا ممکن نہ رہا۔

اس شادی کے بعد قبیلۂ ہلال بن عامر نے پورے اخلاص کے ساتھ اپنی وفاداریاں اسلام اور اہلِ اسلام کے لیے مخصوص کردیں؛ کیوں کہ اس قبیلہ کے سردار کے نکاح میں حضرت میمونہؓ کی حقیقی بہن تھیں جن کا نام "حفیدہ" تھا۔ ایک روایت کے مطابق ان کا نام "عزہ" تھا، اس قبیلے کے نمائندہ وفد نے مدینے حاضر ہوکر اپنی اطاعت کا اعلان کیا۔

اسی وفد میں حضرت حفیدہ کے صاحبزادے زیاد بن عبداللہ بن مالک بھی شامل تھے، وہ اپنی خالہ اُم المؤمنین سیدہ میمونہؓ کے گھر ملاقات کے لیے حاضر ہوئے، جب وہ اپنی خالہ کے پاس موجود تھے اسی وقت حضور ﷺ گھر میں تشریف لائے، وہاں ایک اجنبی کو دیکھ کر ناراض ہوئے اور واپس جانے لگے، اتنے میں اُم المؤمنین نے عرض کیا:

"یارسول اللہ! یہ شخص تو میرا حقیقی بھانجا ہے"، اس پر آپ ﷺ زیاد کے قریب تشریف لائے اور ان پر شفقت کا اظہار فرمایا۔ (ازواجِ مطہرات: ۲/۲۱۹-۲۲۸)

خانۂ نبوت میں آپؓ کی بودو باش

ذی الحجہ ۷ھ کی وہ مقدس گھڑیاں تھیں کہ سیدہ میمونہؓ اہلِ ایمان کے قافلے کے ساتھ مدینۂ منورہ پہنچیں، آپ سے پہلے حضور ﷺ کے نکاح میں آٹھ اقبال مند نیک بیبیاں گلزارِ نبوت کی رونق بن چکی تھیں، اس گلِ سرسبد (سیدہ میمونہ) پر یہ چمنستانِ رشکِ جناں کامل و مکمل ہوگیا۔ حضرت میمونہؓ کے بعد آپ نے کوئی اور نکاح نہیں کیا۔

مدینہ پہنچ کر دیگر ازواجِ مطہرات کی طرح آپ کے حصہ میں بھی ایک کمرہ آیا، یہ کمرہ مسجدِ نبوی کی سمت شام میں واقع تھا۔ آپ کا سالانہ نان ونفقہ اسی وسق کھجور اور بیس وسق جَو طے ہوا جس کے استعمال کے سلسلہ میں حضور ﷺ نے آپ کو مکمل اختیار دے رکھا تھا۔ (ازواجِ مطہرات: ۲/۲۲۸-۲۲۹)

سیرت وکردار کی پاکیزگی کی سچی شہادت

ام المؤمنین حضرت میمونہؓ نہایت پرہیزگار، عبادت گزار اور خدا رسیدہ خاتون تھیں، چناں چہ آپ کے متعلق حضرت عائشہؓ کی شہادت مشہور ہے: "میمونہ ہم میں سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والی اور صلہ رحمی کا خیال رکھنے والی تھیں"۔ جس خاتون کے نیک ہونے کی گواہی خود اس کی سوکن دے تو اس کی پارسائی اور بزرگی میں کیا شک ہوسکتا ہے۔ (ازواجِ مطہرات: ۲/۲۲۹)

خود زبانِ رسالت ﷺ بھی آپ کے ایمان کی گواہی دیے بغیر نہ رہی، چناں چہ سیدہ کے حالات میں ابنِ سعد بحوالہ حضرت ابنِ عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تینوں بہنیں (میمونہ، اُمِ الفضل اور اسماء) مؤمنہ ہیں"۔

حجۃ الوداع میں آپ ﷺ کی معیت

۱۰ھ میں رحمۃ للعالمین ﷺ نے آخری حج فرمایا۔ ڈاکٹر حمید اللہ فرماتے ہیں کہ: اس حج میں ایک لاکھ چالیس ہزار اہلِ ایمان اور حضور ﷺ کے جاں باز و جاں نثار رفقا آپ کے ساتھ شریک تھے، اس حج کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان جاں باز رفقا واہلِ ایمان کی جملہ مائیں بھی شریکِ سفر تھیں، ان امہات المؤمنینؓ نے مناسکِ حج کی تعلیم وتربیت براہِ راست آپ ﷺ سے حاصل کر کے اسے محفوظ کر لیا اور امت تک پہنچا کر اپنی "امومیتِ روحانی" کا حق ادا کیا، امت قیامت تک حج کے سلسلہ میں ان ہی کے جمع کردہ مسائل سے مستفید ہوتی رہے گی۔

حج سے فراغت کے چند مہینے گذرے تھے کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات کا سانحہ وقوع پذیر ہوا، جس بیماری میں آپ نے وفات پائی اس کا آغاز اس وقت ہوا جب آپ حضرت میمونہؓ کے حجرے میں تشریف فرما تھے، حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ: "أول ما اشتكى رسول الله ﷺ في بيت ميمونة فاستأذن أزواجه أن يمرض في بيتي فأذنّ له".

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کو بیماری کی شکایت حضرت میمونہؓ کے گھر سے شروع ہوئی، آپ نے اپنی ازواجِ مطہرات سے میرے گھر میں بیماری کے دن گزارنے کی اجازت طلب فرمائی، سب نے بہ خوشی آپ کو اجازت دے دی۔ (صحابیات بشرات ۱۹۵)

سیدہ میمونہؓ کی آپ کے ساتھ مدتِ رفاقت

سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالی عنہا تقریباً سوا تین سال آپ کی رفاقت ومعیت سے مستفید ہوتی رہی، آخرکار جب ﴿كل نفس ذائقة الموت﴾ کے خدائی قانون کے تحت ربیع الاول ۱۱ھ کو آپ ﷺ اس فانی دنیا سے پردہ فرما کر رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے، تو

عام مسلمانوں اور دیگر ازواجِ مطہرات کی طرح آپ بھی غم واندوہ کی تصویر بن کر رہ گئیں۔ آپؓ نے اپنی بقیہ زندگی جو عام روایات کے مطابق ۴۰ رسال اور ایک روایت کے مطابق ۵۰ رسال بنتی ہے، اپنی روحانی اولاد کی تعلیم وتربیت میں گزاری۔

ایک غیر معتبر روایت

عقبہ، سیدہ میمونہؓ کے بھانجے یزید بن اصم کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت میمونہؓ اکثر اپنے سر کے بال منڈوالیا کرتی تھیں، عُقبہ نے راوی (یزید) سے اس کی وجہ پوچھی: تو انہوں نے جواب دیا کہ شاید دنیا سے بے رغبتی کے اظہار میں ایسا کرتی تھیں۔ لیکن اس روایت کی کسی مضبوط تحقیق یا معتبر سند تک ہماری رسائی نہیں ہوسکی ہے۔

حضرت میمونہؓ کی مرویات

لسانِ گوہر فشاں ﷺ سے نکلے ہوئے موتیوں کو دامن دل میں سمیٹنا یہ بھی ازواجِ مطہرات کی ایک اہم خدمت اور وفاداری وجاں نثاری کی کھلی دلیل ہے کہ محبوب کی ایک ایک ادا پر لئے بھی مٹنے بھی اور دل وجان سے فدائیت وفنائیت کا اظہار بھی کیا۔ اس میدان میں آپؓ نے بھی فدائیت وفنائیت کے وہ جوہر دکھلائے جو آج تک احادیث کی بڑی بڑی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ محدثین کی تحقیق کے مطابق ایسی ۷۶ احادیث ہیں جنہیں سیدہ نے روایت کیا ہے، جن میں سے ایک حدیث ''صحیح بخاری'' میں اور پانچ صحیح مسلم میں منقول ہیں، اور ۱۳ ر احادیث مسندِ احمد میں منقول ہیں اور بقیہ حدیث کی دیگر متداول کتابوں میں موجود ہیں۔ (امہات المؤمنین: ۲۶۳)

سیدہ میمونہؓ کے شاگردان

آپ سے روایت کرنے والوں میں اپنے وقت کی پُر شوکت وباعظمت شخصیات

شامل ہیں جن میں سے بعض کے اسمائے مقدسہ یہ ہیں: (۱) حضرت عبداللہ بن عباسؓ (۲) حضرت عبداللہ بن شداد (۳) حضرت عبدالرحمٰن بن السائب (۴) حضرت عبید اللہ خولانی (۵) حضرت یزید بن اَصَم (۶) حضرت کُرَیب (۷) حضرت عبیدہ بن سَبّاق (۸) حضرت عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ (۹) حضرت عالیہ بنت سُبَیع (۱۰) حضرت ابراہیم بن عبداللہ بن مَعْبَد بن عباس (۱۱) حضرت بَدِیَہ، ان سب کا شمار آپ کے گلشنِ علم کے خوشہ چینوں میں ہوتا ہے۔ (امہات المؤمنین: ۲۶۳)

حضرت میمونہؓ کی مرویات میں سے ایک مشہور روایت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبیٔ اکرم ﷺ کی زوجۂ مطہرہ حضرت میمونہؓ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا: نبیٔ اکرم ﷺ ایک روز صبح کے وقت کبیدہ خاطر دکھائی دیے، شام کو بھی وہ اسی حالت میں تھے، پھر دوسری صبح کو بھی آپ کی یہی کیفیت تھی، حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں کہ: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ میں آپ کو رنجیدہ دیکھ رہی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے میرے پاس آنے کا وعدہ کیا تھا اور اب تک تشریف نہیں لائے، اس سے پہلے کبھی انہوں نے وعدہ خلافی نہیں کی ہے۔

حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ: اہلِ خانہ نے دیکھا کہ چارپائی کے نیچے کتے کا ایک بچہ بیٹھا ہوا ہے، نبیٔ اکرم ﷺ نے اس جگہ کو پانی سے دھونے کا حکم دیا۔ بعد ازاں جبریل علیہ السلام تشریف لائے، نبیٔ کریم ﷺ نے ان سے کہا: آپ نے میرے پاس آنے کا وعدہ کیا تھا؛ لیکن نہیں آئے، پہلے آپ نے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: کیا آپ کو یہ معلوم نہیں کہ ہم اس گھر میں نہیں آتے جس میں تصویر یا کتا ہو۔ (صحابیات مبشرات: ۱۹۸)

سیدہ میمونہؓ کا اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا برتاؤ کرنا

سیدہ کے اوصاف وکمالات میں سے ایک قابلِ رشک وصف یہ تھا کہ آپ اپنے رشتہ داروں اور تعلق والوں کے ساتھ بڑی محبت ومودت کا برتاؤ کرتی تھیں اور نہایت خلوص سے پیش آتی تھیں۔ خود سیدہ فرماتی ہیں کہ: میرے پاس ایک کنیز تھی، میں نے اسے راہِ خدا میں آزاد کر دیا۔ جب حضور ﷺ نے اسے گھر میں نہ پایا تو اس کے متعلق مجھ سے دریافت کیا، میں نے عرض کیا: اسے رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر آزاد کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: خدا تمہیں جزائے خیر دے، لونڈی صحت مند اور طاقتور تھی، اگر تم اسے اپنے کسی عزیز (بعض روایات میں ماموؤں کا تذکرہ ہے) کو دے دیتیں تو بہتر ہوتا۔ (ازواجِ مطہرات ۲/ ۲۳۲)

اس کے بعد واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک دن آپ ﷺ حضرت میمونہؓ کے یہاں تشریف فرما تھے، انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں دودھ پیش کیا، آپ نے اسے نوش فرمایا اور پوچھا کہ: یہ کہاں سے آیا؟ تو بتایا کہ میری بہن ہُزَیلہ نے بطورِ ہدیہ بھیجا ہے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: تم جس باندی کو آزاد کرنے کے بارے میں دریافت کر رہی تھیں اگر اپنی بہن کو دے دیتیں تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہوتا کہ صلہ رحمی بھی ہو جاتی اور ہدایا کا عوض بھی ہو جاتا۔ (امہات المؤمنین: ۶۶۰)

حضور ﷺ کے اس ارشاد کے بعد آپ نے صلہ رحمی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا، پھر پوری زندگی اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کے ساتھ بھرپور دریادلی اور فیاضانہ رویہ سے پیش آئیں۔ اگر اپنے پاس کچھ نہ ہوتا تو قرض لے کر اپنے ضرورت مند رشتہ داروں کی حاجت پوری فرماتیں۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ آپ پر بہت ہی بھاری قرض ہو گیا، کسی نے کہا کہ: یہ اتنا بھاری قرض کیسے ادا ہو پائے گا؟ کہنے لگیں: میں نے اللہ کے

رسول ﷺ سے سنا ہے کہ: جو شخص قرض ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ خود اس کے قرض کی ادائیگی کے وسائل مہیا فرمادیتے ہیں۔ (ازواج مطہرات حیات وخدمات: ۱۹۹)

خلافِ شرع امور سے نفرت

یہ بات مسلّم ہے کہ آپؓ کو اپنے رشتہ داروں سے بے پناہ محبت اور بے انتہا مودّت تھی؛ لیکن اگر ان سے کسی خلافِ شرع امر کو صادر ہوتے ہوئے دیکھتیں تو فوراً ٹوک دیتیں اور بے تکلف اپنی خفگی و بیزاری بلکہ برہمی کا اظہار فرمادیتیں، ایسے امور میں کبھی رشتہ داری اور تعلق آپ کی راہ میں آڑے نہ آتا۔ سیدہ کے خواہرزادے (بھانجے) حضرت یزید بن اصم کا بیان ہے کہ: آپ کے یہاں ایک عزیز آیا، اس کے منہ سے شراب کی بوآرہی تھی، سیدہ نے اس کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ: جب تک تم اپنے اس جرمِ قبیح کی حد جاری کرواکر اپنے آپ کو پاک وصاف نہیں کر لیتے اس وقت تک ہرگز میرے مکان میں داخل ہونے کی کوشش نہ کرنا۔ (امہات المومنین: ۲۵۶)

غلوفی الدین اور تشدد سے بیزاری

شریعتِ مطہرہ کے مزاج وفطرت کے عین مطابق سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو غلو فی الدین اور بلاوجہ کے تشدّد سے بھی بڑی نفرت تھی، شرعی امور میں سہولیات فراہم کرنا اور بلاوجہ کے غلو اور تشدّد فی الدین کی راہوں کو مسدود کرنے میں آپ کا اہم کردار رہا ہے، آپ کی سیرت میں اس کے کئی شواہد اور نمونے موجود ہیں۔

ایک دفعہ ایک عورت سفر پر جانے کی تیاری کر کے رخصت ہونے کے لیے سیدہ کے پاس آئی، پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ وہ عورت کہنے لگی: میں سخت بیمار ہوگئی تھی اور صحت سے بالکل ہی ناامید ہوچکی تھی، میں نے اسی حالت میں ایک منت مانی کہ اگر میں صحت یاب ہوگئی تو بیت المقدس جا کر نماز ادا کروں گی۔ اب چوں کہ میں کامل صحت یاب

ہو چکی ہوں؛ اس لیے منت پوری کرنے کی غرض سے سفر درپیش ہے، اور الوداعی دعا کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ یہ سن کر سیدہ نے از راہِ شفقت فرمایا: تم بیت المقدس جانے کے بجائے مسجدِ نبوی میں نماز پڑھ لو تو منّت بھی پوری ہو جائے گی اور مزید برآں ثواب بھی ملے گا، اللہ کو مسجدِ اقصیٰ کے مقابلے میں مسجدِ نبوی زیادہ محبوب ہے، اس میں نماز پڑھنا دوسری مسجدوں میں نماز پڑھنے کے مقابلے میں ہزار گنا زیادہ موجبِ اجر و ثواب ہے۔

چناں چہ اس خاتون نے اُمّ المؤمنینؓ کے مشورے پر عمل کیا اور اپنے آپ کو سفر کی مصیبتوں اور صعوبتوں سے باز رکھا۔

اسی تعلق سے حبر الامت حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا واقعہ بھی مشہور ہے، یہ سیدہ کے حقیقی بھانجے تھے، ایک مرتبہ اُمّ المؤمنین حضرت میمونہؓ کی خدمت میں نہایت پراگندہ بال آئے، آپ نے اس کا سبب دریافت کیا: حضرت ابن عباسؓ نے بتایا کہ: ام عمار (حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی زوجہ) میرے بالوں کو کنگھا کر دیا کرتی تھیں؛ مگر آج کل ان کے ایام (حیض) کا زمانہ ہے (حضرت ابن عباسؓ ایام حیض میں اپنی بیوی سے جدا رہتے تھے) آپؓ نے ان کے قول و عمل پر نکیر کرتے ہوئے فوراً تنبیہ کی اور فرمایا: حضور انور ﷺ ہماری گود میں سر رکھ کر سویا کرتے تھے اور قرآن پڑھتے تھے اور ہم اسی حالت (حیض) میں ہوتے تھے، اور اسی طرح ہم چٹائی اٹھا کر آپ کے نماز کی جگہ رکھ آیا کرتے تھے۔ پیارے بیٹے! کہیں یہ (حیض) ہاتھ میں بھی ہوتا ہے!!۔ روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

"أتاها ابن عباسؓ فقالت: يابني! مالك شعثا رأسك؟ قال: أم عمار رجلتني حائض قالت: كان رسول الله ﷺ يدخل على إحدانا وهي حائض فيضع رأسه في حجرها فيقرأ القرآن وهي حائض ثم تقوم إحدانا بخمرته

فتضعها في المسجد وهي حائض، أي بني! وأين الحيضة من اليد".

ایسے ہی ایک مرتبہ کسی ضرورت سے اپنی کنیزہ (بدیہ) کوان کی بیوی (حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی بیوی) کے پاس بھیجا تو اس نے دیکھا کہ دونوں میاں بیوی کا بستر الگ الگ لگا ہوا ہے، سوچا کہ شاید دونوں کے درمیان کچھ رنجش ہوگئی ہو؛ مگر دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ایام ماہواری چل رہے ہیں، اور ابنِ عباسؓ ان ایام میں بیوی سے بالکلیہ علیحدہ رہتے ہیں۔ کنیزہ نے واپس آ کر پوری کیفیت بیان کی تو اسی کے ذریعہ پیغام بھجوایا کہ آ خرحضورانور ﷺ کے طریقہ سے اعراض کیوں ہے؟ آپ تو ایام کے زمانے میں بھی بستر پر ہمارے ساتھ لیٹا کرتے تھے، روایت ملاحظہ ہو:

"عن بدية قالت: أرسلتني ميمونة بنت الحارث إلى امرأة عبد الله بن عباسؓ وكانت بينهما قرابة، فرأيت فراشها معتزلا فراشه فظننت أن ذلك لهجران، فسألتها فقال: لا، ولكني حائض، فإذا حضت لم يقرب فراشي، فأتيت ميمونة فذكرت ذلك بها، فردتني إلى ابن عباسؓ فقالت: أرغبة عن سنة رسول الله ﷺ لقد كان رسول الله ﷺ ينام مع المرأة من نسائه الحائض وما بينها إلا ثوب ما يجاوز الركبتين".

یہ چند واقعات تھے جو آج بھی پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ: اُمّ المؤمنین حضرت میمونہؓ دین کے معاملہ میں ہرگز غلو اور تشدد کی روادار نہ تھیں، انہوں نے اپنی پاکیزہ زندگی کے ہر پہلو سے امت کو یہ پیغام دینے کی کوشش کی کہ دینِ اسلام ایک فطری دین ہے، اس میں انسانی اقدار وروایات اور سہولیات وضروریات کا ہر حیثیت سے پاس ولحاظ رکھا گیا ہے۔

درحقیقت یہ اسی تربیت کا نتیجہ تھا جو حضرت میمونہؓ نے خانۂ نبوت میں رہ کر براہِ راست آں حضرت ﷺ سے پائی تھی، وہ خود اپنا واقعہ بیان کرتی ہیں کہ: میری ایک کنیز

تھی، اس کو کہیں سے صدقہ میں بکری دی گئی؛ لیکن کسی وجہ سے بکری مرگئی، نبی ﷺ کی جب ہمارے یہاں آمد ہوئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس کے چمڑے کو رنگ کیوں نہیں دیتے؟ تاکہ اس کے چمڑے سے فائدہ اٹھاسکو، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ مردہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: مردہ جانور کا گوشت حرام ہے، مگر اس کے چمڑے کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔ گویا آپ ﷺ نے یہ تعلیم دی کہ حرمت میں اتنا زیادہ غلو نہ کرو کہ ہر چیز کو حرام ٹھہرانے لگو؛ بلکہ حلال چیز کو استعمال کرو۔ (رسول اللہ ﷺ کی پاکباز بیویاں: ۲۷۲)

آپ کی سادگی

آپ بڑی سادہ طبیعت خاتون تھیں، دنیا کی زیب وزینت اور سامانِ عیش وعشرت سے کنارہ کش تھیں، زہد وقناعت کی مجسّم تصویر تھیں، لباس بھی نہایت سادہ ہوا کرتا تھا۔ آپ کے تربیت یافتہ حضرت عبداللہ الخولانی کا بیان ہے کہ: سیدہ کا لباس اکثر دوپٹہ اور لمبی قمیص پر مشتمل ہوتا تھا، اور لباس بھی نہایت ڈھیلا ڈھالا ہوتا تھا، اسی میں نماز پڑھتی تھیں۔

نماز ومسواک کا اہتمام

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جہاں عبادتوں میں شغف تھا وہیں آپ ﷺ کی سنتوں کو بھی بڑی پابندی سے ادا کیا کرتی تھیں۔ چناں چہ آپ کے بھانجے یزید بن اصم بیان فرمایا کرتے تھے کہ: حضرت میمونہؓ ہر وقت نماز پڑھتی تھیں یا گھر کا کام انجام دینے میں ان کا وقت گذرتا تھا، ان دونوں مشغلوں سے فرصت ملتی تو مسواک کرنے لگتی تھیں۔

بصیرت وذکاوت

خداوندِ قدوس نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فہم وفراست اور بصیرت وذکاوت کی نعمت سے بھی وافر حصہ عطا فرمایا تھا، چناں چہ وہ پیش آمدہ مسائل

ومعاملات کو نہایت آسانی اور سرعت کے ساتھ حل کر دیا کرتی تھیں، مشکل مرحلوں کو چٹکیوں میں حل کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کام تھا۔

حجۃ الوداع کے موقع پر تمام ازواجِ مطہرات حضور ﷺ کے ساتھ تھیں، عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کے روزے کی فضیلت یہ ہے کہ اس کے پچھلے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، "إن صوم يوم عرفة يكفي العام الذي قبله". (مسند احمد: ۶/ ۱۲۸، بحوالہ امہات المؤمنین: ۲۶۰) مگر حجاج کے لیے آپ ﷺ نے اس دن افطار کو بہتر قرار دیا ہے؛ تاکہ وقوفِ عرفہ کے اعمال چستی کے ساتھ ادا کیے جاسکیں۔

اس دن روزے کی عمومی فضیلت کی بنا پر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو شک ہوا کہ آپ ﷺ روزے سے ہیں یا نہیں؟ اُم المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک جب یہ بات پہنچی تو آپ نے فوراً حضور ﷺ کی خدمت میں دودھ کا پیالہ بھیجا، آپ نے اسے نوش فرمالیا، اس طرح شک وتردد ختم ہو گیا اور تمام لوگوں کو اس کا علم ہو گیا کہ آپ ﷺ روزے سے نہیں ہیں۔ روایت کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

"عن ميمونة زوج النبي ﷺ انها قالت: إن الناس شكوا في صيام رسول الله ﷺ يوم عرفة فأرسلت إليه ميمونة حلاب اللبن وهو واقف في الموقف فشرب منه والناس ينظرون إليه". (مسلم: ۱/ ۳۵۷، استحباب الفطر للحاج يوم عرفة، امہات المؤمنین: ۲۶۱)

اسی باب کی دوسری روایت میں یہ مذکور ہے کہ دودھ کا پیالہ حضرت اُم الفضلؓ نے بھیجا تھا؛ مگر دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ دونوں نے بھیجا ہو۔ اور اس کا بھی امکان ہے کہ دونوں نے آپس میں مشورہ کر کے بھیجا ہو اور راویوں نے علیحدہ علیحدہ بیان کر دیا ہو۔ قرینِ قیاس یہی ہے کہ دونوں نے مشورہ کر کے بھیجا ہوگا؛ اس لیے کہ دونوں حقیقی بہنیں تھیں۔

وفات

مجمع الزوائد میں ہے کہ: حضرت میمونہؓ حج کر کے مکہ میں مقیم تھیں، وہاں کچھ طبیعت بھاری ہوئی اور علالت محسوس ہوئی، فرمایا: مجھے مکہ سے لے چلو؛ کیوں کہ مجھے مکہ میں موت نہیں آئے گی۔ مجھے اس کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی ہے، چناں چہ انہیں مکہ سے "سرف" لایا گیا اور وہیں وفات پائی۔ سیدہ کے سنِ وفات کے سلسلہ میں مؤرخین کے مختلف اقوال ہیں:

علامہ ابن سعد کی تحقیق کے مطابق آپ کا سنِ وفات: ۶۱ھ ہے (جب یزید بن معاویہ برسرِ اقتدار تھے) جب کہ اکثر اربابِ سیر نے ان کا سنِ وفات: ۵۱ھ بتایا ہے۔ علامہ شبلی، قاضی سلیمان منصور پوری اور طالب الہاشمی جیسے ثقہ سیرت نگار اسی کو درست قرار دیتے ہیں۔

نمازِ جنازہ

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے (جو آپ کے بھانجے ہوتے ہیں) نمازِ جنازہ پڑھائی۔ جب جنازہ اٹھایا گیا تو حضرت ابن عباسؓ نے بہ آوازِ بلند فرمایا: "مسلمانو! یہ اللہ کے آخری رسول ﷺ کی آخری رفیقۂ حیات اور اہلِ ایمان کی ماں ہیں، ان کا جنازہ آہستہ، ادب اور وقار کے ساتھ لے کر چلو، دیکھو! انہیں کہیں دھکا نہ لگنے پائے۔

تدفین

ام المؤمنین کے جسدِ اطہر کو حضرت ابن عباسؓ، عبیداللہ بن شداد اور عبیداللہ الخولانی نے لحد میں اتارا۔ یزید بن اصم بیان کرتے ہیں کہ: جب ہم نے سیدہ کو ان کی آخری اور ابدی قیام گاہ میں اتارا تو ان کا سر ایک طرف کو جھک گیا، میں نے سیدھا کرنے کے لیے سر کے نیچے اپنی چادر رکھ دی؛ لیکن ابن عباسؓ نے چادر نکال کر اس کی جگہ ایک پتھر

رکھ دیا۔

مقامِ ''سرف'' میں خاص اسی جگہ پر اُمّ المؤمنین سیدہ میمونہؓ ہمیشہ کے لیے محوِ خواب ہے جہاں ۴۳ رسال پہلے ۷ھ میں رحمۃ للعالمین ﷺ کا خیمہ نصب ہوا تھا جس میں ان کی رسمِ عروسی عمل میں آئی تھی۔

پیغامِ حیات

یہ تھیں سیدہ میمونہ بنتِ حارثؓ کی حیاتِ مبارکہ کی کچھ جھلکیاں، غور کیا جائے تو آپ کی زندگی کے ہر لمحہ اور ہر گھڑی میں مسلمان مرد وزن کے لیے عبرت کے سینکڑوں سامان موجود ہیں، ہے کوئی جو عبرت حاصل کرے، ہے کوئی جوان کی مقدس ومنوّر زندگی سے اپنے ظلمت کدوں کو روشن کرے، افسوس صد افسوس! کہ ذرائعِ ابلاغ اور انٹرنیٹ کی تیز رفتار دنیا میں ان جواہر پاروں سے استفادے کے لیے کسی کے پاس وقت ہی نہیں۔

علامہ اقبال نے کتنے درد سے کہا تھا:

تم میں حوروں کا کوئی چاہنے والا ہی نہیں
جلوۂ طور تو موجود ہے موسیٰ ہی نہیں
ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ بتلائیں کسے رہروِ منزل ہی نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کچھ "الدین" کے بارے میں.....

عبدالرحیم کشمیری مدیر الدین

تحریر ایک انتہائی نازک اور مقدس عمل ہے، یہ قوموں کے مزاج اور سوچ کی رہنما ہے، قرآنِ مقدس نے نئے بڑے اچھوتے انداز میں ﴿الذي علم بالقلم﴾ فرما کر قلم کی اہمیت کو اجاگر کیا، آج جب کہ ذرائع ابلاغ وتشہیر کے نت نئے طریقے ایجاد ہو چکے ہیں، تب بھی قلم وتحریر کی اہمیت مسلّم ہے۔

آج جب کہ الیکٹرانک میڈیا کا بڑا چرچا ہے، ہر فرد بشر انٹرنیٹ سے حاصل ہونے والی معلومات کے سحر میں گرفتار نظر آتا ہے، اس کے باوجود کتاب کی حلاوت وچاشنی اپنا وجود ہے جس کے عاشقانِ عالم معترف ہے۔

"الدین" کی مختصر تاریخ

آج سے برسہا برس پہلے جب سرزمینِ گجرات کی ڈابھیل نامی بستی میں یگانۂ روزگار ہستی محسنِ قوم وملت حضرت مولانا احمد حسن بھام سملکیؒ کے قائم کردہ مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل نے آنکھیں کھولی تو علاقہ کے حالات (ضلالت، گمراہی، بدعات ورسومات اور اسی طرح کے امورِ قبیحہ) کے پیشِ نظر حضرت مولانا رحمۃ اللہ کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ ایسے نازک وقت میں امت کو صحیح تعلیماتِ نبویہ سے روشناس کروانا ضروری ہے، اس موقع سے مولانا کی نگاہِ دوراندیش فرمانِ باری سبحانہ وتعالیٰ: ﴿وما أرسلنا من رسول

اِلا بلسان قومه﴾ پر جانچی، چناں چہ بانئ جامعہ نے لوگوں میں علمی ذوق وشوق پیدا کرنے، مذہبی معلومات فراہم کرنے اور گمراہی سے بچا کر ہدایت پر گامزن کرنے کے لیے "الدین" نامی ایک رسالہ بہ زبانِ گجراتی جاری کیا، رفتہ رفتہ یہ رسالہ اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ اہالیانِ گجرات کو خود ان ہی کی زبان میں احکاماتِ شرعیہ سے روشناس کروانے لگا، گھپ اندھیروں میں روشنی کے دیپ جلاتا رہا، اسے بانئ جامعہ کا خونِ جگر ملتا اور وہ مسلمانانِ گجرات کو رگوں میں خون بن کر دوڑتا رہا، یہاں تک کہ افریقہ کے ایک سفر میں بانئ جامعہ اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے، اور وقت کی نزاکتوں اور حالات کے تھپیڑوں نے "الدین" کو بھی گوشہ نشیں کر دیا۔

"الدین کی نشأۃِ ثانیہ

ایک طویل اور لمبے عرصے کے بعد ایک وقت وہ بھی آیا کہ استاذ الاساتذہ حضرت اقدس شیخ الحدیث مفتی احمد صاحب خانپوری حفظنا اللہ بطول حیاتہ سرزمینِ ڈابھیل پر جلوہ آرا ہوئے اور انہوں نے اپنی دور رس نگاہ سے یہ فیصلہ کیا کہ اپنے اکابر کی ان یادگاروں کو باقی رکھا جائے۔ حضرت اقدس نے اپنی اس تمنا کو بہ روئے کار لانے کے خاطر سابق مہتمم جامعہ حضرت مولانا محمد سعید بزرگؒ سے اس کا اظہار کیا، چناں چہ حضرت اقدس کی زیرِ پرستی "الدین" کی بہ زبانِ اردو نشأۃِ ثانیہ ہوئی اور بحمد للہ آج اسی "الدین" کے پلیٹ فارم سے قلم کاروں کی کھیپ تیار ہو کر دنیائے افق پر اپنی تحریر کے ذریعہ امت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہی ہے۔

الدین سالِ رواں

سالِ رواں بھی الحمد للہ طلبہ کی ایک بڑی تعداد (عربی دوم سے دورۂ حدیث تک) نے مختلف موضوعات پر خامہ فرسائی کی، جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

پہلے طلبہ مضامین کو فاضل کاغذات پر تیار کرتے ہیں، پھر کسی استاذ یا مشاق طالب علم کے پاس نظر ثانی کرواتے ہیں، بعدہ اصلاح شدہ مضمون کو "الدین" کے مخصوص ورق پر خوش خطی کے ساتھ کاتبین سے لکھوا کر جداری پرچے کی زینت بناتے ہیں۔ یہ بات بھی لائق ذکر ہے کہ اس سال موقع کے مناسب کئی ایک خصوصی شمارے مثلاً بقرعید کی تعطیلات کے موقع سے ایک تحریری مسابقہ بہ عنوان "مدرسہ سے گھر اور گھر سے مدرسہ" اسی طرح "علاء الدین خلجی اور غلط فہمیاں" "ویلنٹائن ڈے" (یوم عاشقان) وغیرہ نکالے گئے۔ نیز سال کے اخیر میں الدین وعزائم کے مشترکہ پلیٹ فارم سے نیا قدم اٹھاتے ہوئے ایک برجستہ تحریری مسابقہ عمل میں آیا جس کا طریقۂ کار کچھ اس طرح رہا کہ طلبہ کو تین طبقوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

طبقۂ اولی: عربی پنجم، ششم، ہفتم۔

طبقۂ ثانیہ: عربی دوم، سوم، چہارم۔

طبقۂ ثالثہ: فارسی اول، دوم، عربی اول۔

ان کے عناوین کی ترتیب درج ذیل رہی:

طبقۂ اولی کے لیے پانچ موضوعات:

(۱) رجب طیب اردگان ایک کامیاب سیاسی حکمران۔

(۲) آج کے دور میں مسلمانوں کے بنیادی مسائل کیا ہیں؟

(۳) مسلمان اپنے دورِ عروج کی بازیافت کیسے کریں؟

(۴) عالمی اور ملکی سطح پر بدلتے حالات میں فضلائے مدارس کا کردار۔

(۵) عالمِ اسلام پر مغرب کا تسلط، اسباب ونتائج۔

طبقۂ ثانیہ کے لیے چار موضوعات:

(۱) جہیز کے بڑھتے نقصانات اور ان کا تدارک۔

(۲) تذکرۂ مجاہدینِ فلسطین۔

(۳) صحابۂ کرامؓ نے فتوحات کیسے حاصل کیں؟

(۴) قیامِ مکاتب وقت کی اہم ضرورت۔

طبقۂ ثالثہ کے لیے تین موضوعات:

(۱) بسنت و پتنگ بازی۔

(۲) شیخ الہندؒ کا تحریکِ آزادی میں کردار۔

(۳) زینب الغزالی ایک اولوالعزم خاتون۔

طلبۂ عزیز کو اس بات کا مکلف بنایا گیا کہ آپ کو دو ہفتوں میں ان متعین کردہ موضوعات میں سے ہر ایک پر تیاری کر لینی ہوگی۔ چناں چہ متعینہ وقت پر تمام مساہمین دورۂ حدیث میں حاضر ہوئے، پھر ان کے مابین قرعہ اندازی کی، قرعہ میں آئے ہوئے موضوع پر ماشاء اللہ تینوں ہی طبقات کے طلبہ نے اپنے قلمی جوہر دکھائے۔

امسال ۱۰۵ مضمون نگار طلبہ نے اپنے گراں قدر مضامین پیش کیے، جب کہ اکیس طلبہ نے کتابت کا فریضہ انجام دیا، مضامین کی تعداد ۲۱۲ رہی، جنہیں تا دمِ تحریر ۰۷ رشماروں میں تقسیم کر کے منصۂ شہود پر لایا گیا ہے۔ بحمد اللہ سال کے اخیر میں تمام ہی طلبہ کو بہ طورِ حوصلہ افزائی گراں قدر انعامات سے بھی نوازا گیا۔

ایک اور خوش کن بات جو یقیناً فرحت آمیز اور طرب انگیز ہے، ''الدین'' کے پلیٹ فارم سے ہر سال ایک سال نامہ بھی شائع کیا جاتا ہے، چناں چہ امسال بھی الدین

کے پلیٹ فارم سے طلبہ کی جد وجہد اور سعی پیہم کے نتیجہ میں الدین کے تین خصوصی شمارے بہ عنوان: پندرہ جنتی صحابیات، بناتِ طیبات اور ازواجِ مطہرات منظرِ عام پر آئے۔وما توفیقي إلا بالله۔

اخیر میں راقم آثم اپنے تمام محسنین -حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری ادام اللہ فیوضہم علینا،حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور ہمارے اس قافلے کے روحِ رواں حضرت مفتی ابوبکر صاحب مدظلہ العالی اور حضرت مفتی معاذ صاحب زیدمجدہٗ ذمہ دارانِ شعبہ- کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ممنون ومشکور ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے۔تمام مضمون نگار طلبہ کاتبین،معاونین اور مشفق اساتذۂ کرام کو اپنی شایانِ شان بدلہ عطا فرمائے اور ''الدین'' کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے،آمین۔

✿✿